

10

فرمودہ مورخہ 9 مارچ 2007ء بمطابق 9 امان 1386 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)  
تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت مالک ہے جس کا سورۃ فاتحہ میں ذکر ہے اور کیونکہ گزشتہ کچھ عرصہ سے اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کا ذکر چل رہا ہے اور سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی ناموں کی جو ترتیب رکھی ہوئی ہے، اسی حساب سے میں نے ذکر شروع کیا تھا، اس لئے آج اس ترتیب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفت مالکیت کا بیان ہوگا۔ ترتیب کے لحاظ سے جیسا کہ ہم جانتے ہیں اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے چوتھے نمبر پر فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”چوتھا احسان خدا تعالیٰ کا جو قسم چہارم کی خوبی ہے جس کو فیضان انھن سے موسوم کر سکتے ہیں، مالکیت یوم الدین ہے جس کو سورۃ فاتحہ میں فقرہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں اور صفت رحیمیت میں یہ فرق ہے کہ رحیمیت میں دعا اور عبادت کے ذریعہ سے کامیابی کا استحقاق قائم ہوتا ہے۔ اور صفت مالکیت یوم الدین کے ذریعہ سے وہ ثمرہ عطا کیا جاتا ہے۔“

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 250)

یعنی رحیمیت سے دعا اور عبادت کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے، انسان دعا اور عبادت کرتا ہے، اس سے مانگتا ہے اور مالکیت سے اس کا پھل ملتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی یہ ترتیب انتہائی پُر حکمت اور ہر ایک کو اپنی قدرت کے جلوے دکھاتی ہے، ہر اس شخص کو دکھاتی ہے جو اس پر کامل ایمان لانے والا ہے اور خالص ہو کر اس کا عبد بننے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی مزید وضاحت بھی فرمائی ہے۔ لیکن اس سے پہلے جیسا کہ میں نے عموماً طریق رکھا ہوا ہے لغت کے لحاظ سے اور دوسرے مفسرین نے جو تفسیریں کی ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔

مفردات امام راغب میں لکھا ہے کہ الْمَالِکِ اسے کہتے ہیں جو عوام الناس میں اپنے احکام از قسم اوامرو نواہی اپنی مرضی کے مطابق چلاتا ہو۔ یہ پہلو صرف انسانوں کی سیاست یعنی ان کے معاملات کی تدبیر کرنے اور ان پر حکومت کرنے سے مختص ہے۔ اس بنا پر مَلِکُ النَّاسِ تو کہا جاتا ہے مگر مَلِکُ الْأَشْیَاءِ نہیں کہا جاتا۔ پھر کہتے ہیں کہ قول خداوندی مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ کا معنی ہے کہ وہ جزا سزا کے دن میں ملک ہوگا۔ اس کی علماء کے نزدیک دو قرائتیں ہیں۔ مَلِکِ یَوْمِ الدِّینِ بھی پڑھتے ہیں اور مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ بھی۔ لیکن زیادہ تر مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ

ہی پڑھا جاتا ہے۔ یہ معنی مندرجہ ذیل آیت کی بنا پر کیا گیا ہے کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ  
الْقَهَّارِ (المؤمن: 17) کہ آج کے دن بادشاہت کس کی ہے؟ اللہ ہی کی ہے جو واحد، صاحب جبروت ہے۔

پھر لسان العرب میں لکھا ہے۔ الْمَلِكُ، اللہ بادشاہ ہے۔ مَلِكُ الْمُلُوكِ بادشاہوں کا بادشاہ، پھر لَّهُ  
الْمُلْكُ، بادشاہت اسی کی ہے اور هُوَ مَالِكُ يَوْمِ الدِّينِ وہ جزائز کے دن کا مالک ہے وَهُوَ مَلِكُ  
الْخَلْقِ، اس کے معنی لکھے ہیں رَبُّهُمْ وَمَالِكُهُمْ، وہ مخلوق کا رب اور مالک ہے۔

لسان العرب کے معنی سامنے رکھتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے  
معنی یوں بیان فرمائے ہیں لیکن آپ نے اس میں مالک کے ساتھ یوم اور دین کے بھی علیحدہ علیحدہ، معنی حل کر کے پھر  
مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے مفصل معنی لکھے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جزائز کے وقت کا مالک،  
شریعت کے وقت کا مالک، اور فیصلہ کرنے کے وقت کا مالک، مذہب کے وقت کا مالک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس  
وقت مذہب یا شریعت کی بنیاد رکھی جاتی ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ صفت مالکیت کا اظہار فرماتا ہے۔ اور کمزوری کے بعد  
اپنے پیارے کی جماعت کو صفت مالکیت کے تحت غلبہ عطا فرماتا ہے۔ پھر نیکی کے زمانے کا مالک اور گناہ کے زمانے  
کا مالک، یعنی جب بدی اور گناہ بہت پھیل جاتا ہے تو زمانے کا مالک مصلح اور نبی مبعوث فرما کر دنیا کی اصلاح اپنی  
مالکیت کی صفت کے تحت کرتا ہے۔ محاسبہ کے وقت کا مالک، اطاعت کے وقت کا مالک یعنی اطاعت کرنے والوں  
کے لئے خاص قانون قدرت ظاہر فرماتا ہے۔ معجزات بھی رونما ہوتے ہیں۔ خاص اور اہم حالتوں کا مالک یعنی اس  
کے حکم کے مطابق اعمال بجالانے والوں کے اجر ان کو دیتا ہے جو آخر وقت تک وفا کے ساتھ اپنی حالتوں کو اس کے  
مطابق رکھیں، اس کے احکام کے مطابق رکھیں، وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 24)

اب بعض مفسرین جو پہلے گزرے ہیں ان کے حوالے پیش کرتا ہوں لیکن اس سے پہلے حضرت مصلح موعود علیہ  
الصلوة والسلام نے مالک کی جو تفسیر فرمائی ہے اور اس کو بھی آپ نے لسان العرب اور تاج العروس کے حوالے سے  
بیان فرمایا ہے کہ ”مالک لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کا اپنے مملوک پر قبضہ تامہ ہو، مکمل قبضہ ہو اور جس طرح  
چاہے اپنے تصرف میں لاسکتا ہو اور بلا اشتراک غیر“، یعنی بغیر کسی دوسرے کے اشتراک کے ”اس پر حق رکھتا ہو۔ اور  
یہ لفظ حقیقی طور پر یعنی بلحاظ اس کے معنوں کے بجز خدا تعالیٰ کے کسی دوسرے پر اطلاق نہیں پاسکتا۔ کیونکہ قبضہ تامہ ”پورا  
مکمل قبضہ تامہ“، تصرف تامہ اور حقوق تامہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کے لئے مسلم نہیں۔“

(منن الرحمان روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 153-152 حاشیہ)

اسی کو ہر چیز کا مکمل طور پر تصرف ہے۔ مالک ہونے کی حیثیت سے، رب ہونے کی حیثیت سے، اس کا حق ہے۔ علامہ فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کا مطلب ہے، دوبارہ اٹھائے جانے اور جزا سزا دیئے جانے کے دن کا مالک۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ نیکی بجالانے والے اور گناہگار، فرمانبردار اور نافرمان، موافق اور مخالف کے درمیان فرق ہونا ضروری ہے اور یہ فرق صرف جزا سزا کے دن ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى (النجم: 32) تاکہ وہ ان لوگوں کو جو برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں ان کے عمل کی جزا دے اور وہ ان کو بہترین جزا دیتا ہے جو بہترین عمل کرتے ہیں۔ پھر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ . اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ (ص: 29) کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ویسا ہی قرار دے دیں گے جیسا کہ زمین میں فساد کرنے والوں کو، یا کیا ہم تقویٰ اختیار کرنے والوں کو بدکرداروں جیسا سمجھ لیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِنَجْزِيَ كُلَّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى (طہ: 16) ساعت ضرور آنے والی ہے بعینہ نہیں کہ میں اسے چھپائے رکھوں تاکہ ہر نفس کو اس کی جزا دی جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔ پھر امام رازی کہتے ہیں کہ نیز واضح ہو کہ جس نے ایک ظالم کو مظلوم پر زور بخشا ہے، اگر وہ ظالم سے انتقام نہ لے تو یہ یا تو اس کے عاجز ہونے کی بنا پر ہوتا ہے کہ کوئی انتقام نہیں لیتا۔ کمزوری ہے تو اس لئے انتقام نہیں لیتا، یا لاعلم اور جاہل ہونے کی وجہ سے یا پھر اس بنا پر کہ وہ خود بھی ظالم کے ظلم سے راضی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں اللہ تعالیٰ کے متعلق قرار دینا محال ہے۔ سولازمی ہوا کہ وہ مظلوموں کی خاطر ظالموں سے انتقام لے۔ لیکن جبکہ اس دنیاوی گھر یعنی دنیا میں ظالم سے انتقام لیا جانا بکمالہ نہیں ہوتا اس لئے لازمی ٹھہرا کہ اس دنیاوی گھر کے بعد ایک آخروی گھر ہو۔ یہی مضمون ہے جو مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ اور فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (الزلزال: 8-9) میں بیان ہوا ہے۔

(التفسیر الکبیر لامام رازی زیر آیت مالک یوم الدین)

جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ بعض علماء کے نزدیک مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کی دوسری قرأت مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ بھی ہے۔ لیکن علامہ فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کی قراءت کو ترجیح دیتا ہوں، اس کے لئے وہ لکھتے ہیں کہ لفظ مَالِكِ کی نسبت مَالِكِ بندے کو اپنے رب کے فضلوں پر کہیں زیادہ امید دلانے والا ہے کیونکہ مَالِكِ یعنی بادشاہ سے زیادہ سے زیادہ جو امید رکھی جاسکتی ہے وہ عدل و انصاف ہے اور یہ کہ انسان اس سے

کلیۃً نَجَّجَ جَاءَ۔ جبکہ مَالِکِ وہ ہے جس سے بندہ اپنا لباس، کھانا، رحمت اور تربیت و پرورش ہر چیز کا طالب ہوتا ہے۔ پس مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ میں مالک کا لفظ رکھ کر گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے میرے بندو! میں تمہارا مالک ہوں، تمہارا کھانا پینا، لباس، جزا، ثواب اور جنت سب میرے ذمہ ہے۔

پھر دوسری بات وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ ایک مَلِکِ ، بادشاہ ایک مالک کی نسبت زیادہ مال و دولت رکھنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ مالک مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ تھوڑی چیز کا بھی جو مالک ہے وہ اس کا مالک کہلائے گا اور بادشاہ کے اختیارات زیادہ ہیں تو اس لحاظ سے وہ کہتے ہیں کہ پھر بھی مَلِکِ کی امید تجھ سے ہوتی ہے کہ وہ تجھ سے کچھ حاصل کرے جبکہ مَالِکِ وہ ہے کہ تو اس سے امید رکھتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سے نیکیاں اور اطاعتیں بجالانے کا طلبگار نہ ہوگا بلکہ یہ چاہے گا کہ ہم اس سے طلبگار ہوں کہ وہ محض اپنے فضل سے ہم سے عنقا اور درگزر اور مغفرت کا سلوک کرے اور ہمیں اپنی جنت عطا فرمائے۔ اس لئے امام کسائی کہتے ہیں کہ میں مَلِکِ یَوْمِ الدِّینِ کی بجائے مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ ہی پڑھتا ہوں کیونکہ یہ قراءت اللہ تعالیٰ کے کثیر فضل اور وسیع رحمت پر دلالت کرتی ہے۔ تیسرا فرق ان کے نزدیک مَلِکِ اور مَالِکِ میں یہ ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے سپاہی پیش کئے جاتے ہیں تو وہ ان میں بیماروں، کمزوروں کو روڈ کر دیتا ہے اور صرف قوی بدن اور تندرست افراد کو ہی قبول کرتا ہے اور کمزوروں، بیماروں کو کچھ بھی نہیں دیتا جبکہ مَالِکِ وہ ہے کہ اگر اس کا غلام بیمار پڑ جائے تو اس کا علاج معالجہ کراتا ہے، اگر غلام کمزور ہو تو مَالِکِ خود اس کی مدد کرتا ہے، اگر غلام کسی مصیبت میں پڑ جائے تو مَالِکِ اسے خلاصی دلاتا ہے، پس مَلِکِ کی بجائے مَالِکِ کی قراءت گناہگاروں اور بے سہاروں کے لئے زیادہ مناسب حال ہے۔

چوتھا فرق مَلِکِ اور مَالِکِ میں یہ ہے کہ مَلِکِ بادشاہ میں ہیبت اور ملکی انتظام و انصرام کرنے کی وجہ سے رعب و دبدبہ پایا جاتا ہے۔ جبکہ مَالِکِ میں رحمت و رأفت پائی جاتی ہے اور ہم بندوں کو ہیبت اور دبدبہ کی بجائے رحمت اور رأفت کی زیادہ احتیاج ہے۔

(التفسیر الکبیر لامام فخر الدین الرازی جلد اول زیر آیت مالک یوم الدین)

ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ سوال ہو کہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو کیسے اس چیز کا مالک کہہ دیا جس کا ابھی وجود بھی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مَالِکِ سے مراد قدرت رکھنے والا ہے یعنی یَوْمِ الدِّینِ میں وہی قادر ہوگا یا یَوْمِ الدِّینِ پر، جزا سزا کے دن پر، اور اسے بر باد کرنے پر کلیۃً قدرت اسی کو ہوگی کیونکہ جو کسی چیز کا مالک ہو وہ اس چیز میں تصرف کرنے کا حقدار بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو مکمل تصرف ہے اور اپنی مخلوق کی چیز پر قادر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز

کا مالک ہے اور جس طرح چاہے اپنے ارادے کو نافذ کرنے والا ہے۔ کوئی کام اس کے لئے محال اور ناممکن نہیں۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ اللہ تعالیٰ یَوْمَ الدِّینِ سمیت ہر چیز کا مالک ہے تو پھر یہاں صرف یَوْمَ الدِّینِ ہی کا بطور خاص کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں تو لوگ فرعون اور نمرود قسم کے بادشاہ کی مخالفت کر لیتے ہیں، بڑے بڑے بادشاہ طاقتور ہیں، زور آور ہیں ان کے خلاف بھی بول لیتے ہیں۔ آج بھی دیکھیں طاقتوروں کے خلاف کئی غریب لوگ بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کی بادشاہت کے بارے میں جھگڑ لیتے ہیں، لیکن اس روز یعنی جزائز کا دن اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص اس کی بادشاہت سے متعلق جھگڑ نہ سکے گا۔ جیسا کہ فرمایا لَمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ یعنی آج کے دن بادشاہت کس کی ہے؟ تو تمام مخلوقات جواب دیں گی لِلهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، اسی بنا پر مَالِکِ یَوْمَ الدِّینِ فرمایا۔ یعنی اس دن کے سوا کوئی مالک ہوگا نہ فیصلہ کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی جزائز دینے کا مجاز ہوگا۔ پاک ہے اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت الْمَلِکُ بھی آتی ہے اور الْمَالِکُ بھی، الْمَلِکُ اللہ تعالیٰ کی ذات کی صفت ہے اور الْمَالِکُ اس کے فعل کی صفت ہے۔

(تفسیر الجامع لأحكام القرآن از أبو عبد الله محمد بن أحمد القرطبي زیر آیت مالک یوم الدین)  
حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ مختلف لغات سے جو نتیجہ اخذ فرمایا اس سے وضاحت فرمائی کہ مَالِکِ یَوْمَ الدِّینِ کے کیا معنی بنتے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ مَالِکِ یَوْمَ الدِّینِ سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ آخرت کا مالک ہے دنیا کا مالک نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے قانون قدرت اور اپنی دوسری صفات کے تحت انسان کے لئے بعض باتیں مقدر کی ہوئی ہیں۔ ڈھیل دی ہوئی ہے یا چھوٹ دی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے اس دنیا میں فوری جزائز نہیں ہے لیکن اس دن جو جزائز کا دن ہے اس دن کوئی مفر نہیں ہوگا۔ بلکہ تمام جزائز کا اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرمائے گا، کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ کوئی معافی اور توبہ اس وقت کام نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ (الانفطار: 18-20) تجھے کیا پتہ کہ یَوْمَ الدِّينِ کیا ہے، پھر ہم کہتے ہیں کہ تجھے کیا پتہ جزائز کا دن کیا ہے؟ یَوْمَ الدِّينِ وہ ہے کہ جس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہ آسکے گا۔ اور صرف خدا تعالیٰ کا حکم جاری ہوگا۔ یہ خوف کا مقام ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے، مومنوں کے لئے، جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں، اعمال صالحہ بجالانے والے ہیں، یہ خوشخبری بھی اس میں ہے کہ اگر خالص ہو کر اس کے احکامات پر عمل کر رہے

ہو تو مالکیت یوم الدین تمہیں ان جنتوں کا وارث بنائے گی جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یوں فرمایا ہے کہ **الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ** (الحج: 57) کہ سلطنت اس دن اللہ ہی کی ہوگی۔ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے، نعمتوں والی جنتوں میں ہوں گے۔

جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مَالِک کے معنی میں فرمایا تھا کہ قبضہ تام والا، اور تصرف تام والا، اس کو ہر چیز پر مکمل قبضہ اور مکمل تصرف ہو۔ اس آیت میں یہ وضاحت فرمادی کہ جزا سزا کا دن کیسا ہوگا۔ **الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ** کہ سلطنت اس دن اللہ تعالیٰ کی ہوگی یعنی وہ صرف مالک ہی نہیں، وہ بادشاہ بھی ہوگا۔ کسی کو خیال آسکتا ہے کہ مَالِک ہے اور جیسا کہ پہلے بھی اس کے مختلف معنی میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر مَالِک صاحب اختیار نہیں ہوتا لیکن یہ مَالِک وہ ہے جس کی بادشاہت بھی ہے۔ پس اس کی وضاحت فرمادی کہ ہر چیز مکمل طور پر اس کے تصرف میں ہے۔

دنیاوی بادشاہ کسی نہ کسی رنگ میں دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے لوگ کھڑے بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ ہے جو کسی کا محتاج نہیں، نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں۔ اس لئے اس کی عام دنیاوی بادشاہوں کی طرح کی بادشاہت نہیں ہے بلکہ مَالِک ہونے کی وجہ سے مکمل تصرف والی بادشاہت ہے جو زمین پر بھی قائم ہے اور آسمان پر بھی قائم ہے۔ اس زندگی میں اُس نے اپنی مالکیت کے تحت چھوٹ دی ہوئی ہے جیسا کہ میں نے بتایا۔ اچھے اور برے عمل بتادینے کہ یہ عمل اچھے عمل ہیں۔ یہ کرو تو میری طرف سے بہترین جزا پاؤ گے۔ یہ عمل برے عمل ہیں۔ اگر یہ کرو گے تو پھر میں سزا کا بھی حق رکھتا ہوں، سزا دے سکتا ہوں، سزا دوں گا۔ اور جزا سزا کا فیصلہ مکمل طور پر میرے ہاتھ میں ہے۔ اس بارے میں کوئی کسی کے کام نہیں آسکتا، کوئی سفارش کام نہیں آئے گی۔ اس وقت کی کوئی معافی کام نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنتاں نعیم یعنی نعمتوں والی جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ جبکہ کافروں کو اللہ تعالیٰ اس حوالے سے ڈراتا ہے جیسا کہ مختلف جگہوں پر برے اعمال کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں ان کو ان کے عملوں کی سزا دوں گا۔

ایک جگہ فرمایا ہے **إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ (المطففين: 8)** یعنی بدکاروں کی جزا حکم یقیناً ایک دائمی کتاب میں ہے۔ یہ کافر اور فاجر سمجھتے تھے کہ جزا سزا کا دن نہیں آنا، وہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹ کو، رعایت کو، اس کی مالکیت کا نہ ہونا سمجھتے تھے۔ جزا سزا کے دن کو اس دنیا میں جھٹلاتے رہے، اللہ تعالیٰ کی حدود کو توڑتے رہے۔ اس لئے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے حد سے بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے اور جزا سزا کے دن کے انکار کی وجہ سے وَيَسْأَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ (المطففين: 9) اس دن جھٹلانے والوں کے لئے عذاب ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ مَلِكُ بھی ہے اور مَالِكُ بھی ہے اور اسے تصرف میں پوری آزادی حاصل ہے۔ نیک اعمال کرنے والوں کو جزا دیتا اور برے اعمال کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ اور مَالِكُ ہونے کی حیثیت سے اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اگر چاہے تو معاف فرما دے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (المائدة: 41) کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہی ہے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر جیسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ بغیر کسی اصول کے بلا وجہ اللہ تعالیٰ پکڑ کر سزا دے دیتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جزا سزا کے دن، جیسا کہ میں نے پہلے کہا، کوئی اپیل نہیں ہوگی، اس وقت کوئی واویلا کام نہیں آئے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اعمال کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ نیک عمل ہو تو میری رضا حاصل کرنے والے ہو گے۔ جب تمہیں پتہ ہے کہ کوئی چیخ و پکار، کوئی اپیل اس وقت کام نہیں آئی تو اپنے ایمانوں کو بھی مضبوط کرو، اپنے اعمال کی اصلاح کرو۔ سزا دینے میں تو اللہ تعالیٰ انتہائی نرمی کا سلوک فرماتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ”اس کا رحم اس کے غضب پر غالب آجاتا ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب التوحيد باب قول الله تعالى بل هو قرآن مجيد في لوح محفوظ حديث 7554) پس کس قدر بدبختی ہوگی کہ انسان اس کے باوجود ایسے ارحم الراحمين خدا کے غضب کا مورد بنے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”مَسَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ اپنے فیضان کے لئے فقیرانہ تضرع اور الحاج کو چاہتی ہے“۔ اگر اس سے فیض اٹھانا ہے تو انتہائی عاجزی سے، دعاؤں سے اس کے آگے جھکنا ضروری ہے ”اور صرف اُن انسانوں سے تعلق رکھتی ہے جو گداؤں کی طرح“ (فقیروں کی طرح) ”حضرت احدیت کے آستانہ پر گرتے ہیں اور فیض پانے کے لئے دامن افلاس پھیلاتے ہیں“۔ اللہ تعالیٰ کا فیض حاصل کرنے والے انتہائی عاجز اور غریب آدمی کی طرح اپنا دامن پھیلاتے ہوئے ان کے سامنے حاضر ہوتے ہیں ”اور سچ مچ اپنے تئیں تہی دست پا کر خدا تعالیٰ کی مالکیت پر ایمان لاتے ہیں“۔ ان کو حقیقت میں اس بات کا علم ہوتا ہے اس کا پورا فہم و ادراک رکھتے ہیں۔ اور اس عاجزی کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں کہ ہم بالکل خالی ہاتھ ہیں ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اس کی مالکیت پر مکمل ایمان ہے۔ پھر فرمایا ”یہ چار الہی صفتیں ہیں جو دنیا میں کام کر رہی ہیں اور ان میں سے جو جمعیت کی صفت ہے وہ دعا کی تحریک کرتی ہے۔ اور مالکیت کی صفت خوف اور قلق کی آگ سے گداز

کر کے سچا خشوع اور خضوع پیدا کرتی ہے کیونکہ اس صفت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مالک جزا ہے۔ کسی کا حق نہیں جو دعویٰ سے کچھ طلب کرے اور مغفرت اور نجات محض فضل پر ہے۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 243)

پس مَالِکِیَّتِ یَوْمِ الدِّینِ کی صفت سے فیض پانے کے لئے نیک اعمال بجالانا، اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنا، اس کی عبادت کی طرف توجہ دینا انتہائی ضروری چیزیں ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن سکیں اور یوں مغفرت اور نجات حاصل کرنے والے ہوں۔

اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اس کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ ترتیب بغیر حکمت کے نہیں ہے اس ترتیب میں بھی بڑی حکمت ہے۔ آپ نے بڑی تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے، خلاصہً میں اس کو بیان کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ربوبیت جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کی صفت ہے، اس کے تحت نشوونما کے لئے ماحول تیار فرماتا ہے۔ کسی چیز کو پیدا کرنے کے بعد اس کو بڑھانے کے لئے اس کا ماحول مہیا کرتا ہے۔ وہ سامان پیدا فرماتا ہے جس میں نشوونما ہو سکتی ہے۔ پھر یہ سامان رحمانیت کے تحت بندے کو دیتا ہے۔ اس کے استعمال میں بھی آنے شروع ہو جاتے ہیں کہ اس کے لئے بھی روحانی ترقی ہو۔ آپ نے یہ روحانیت کے لئے زیادہ بیان فرمایا ہے لیکن دنیاوی لحاظ سے بھی یہی ہے۔ پھر جب بندہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس کے اعلیٰ نتائج پیدا فرماتا ہے اور یہ رحیمیت ہے، دعاؤں کو بھی پھل دیتا ہے اور چیزوں کو بھی پھل لگاتا ہے اور پھر مسلسل ان نتائج یا انعامات کے بعد مالکیت کی صفت کے تحت دنیا پر غلبہ دے دیتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے الہی جماعتوں کی تقدیر لکھی ہوئی ہے کہ وہ غلبہ عطا فرماتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ترتیب اس طرح سے ہے، پہلے رب، پھر رحمان، پھر رحیم اور پھر مَالِکِیَّتِ یَوْمِ الدِّینِ۔

اس کا موازنہ حضرت مصلح موعودؑ نے کیا کہ بندے کے لئے کیا ترتیب ہوگی۔ اس میں بھی یہی ترتیب ہونی چاہئے یا کوئی مختلف ترتیب ہوگی۔ تو اس کے لئے فرمایا کہ بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے فائدہ اٹھانے کے لئے یا ان کا اظہار کرنے کے لئے ترتیب بدل جاتی ہے۔ کیونکہ بندے نے اللہ تعالیٰ کی طرف ترقی کرنی ہے اوپر جانا ہے۔ وہ پہلے مَالِکِ کی صفت کا مظہر بننے کی کوشش کرتا ہے تاکہ جو طاقتیں اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہیں۔ اس سے انصاف اور عدل دنیا میں قائم کرے، اپنے ماحول میں قائم کرے اور شر سے بچنے کے لئے اور ماحول کو شر سے بچانے کے لئے کوشش کرے۔ پہلے مالکیت آئے گی۔ اس کے لئے اس مالکیت کے وقت میں، بعض معاملات سے صرف نظر بھی کرنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ رحم کی نیت سے ہو یا درگزر کی وجہ سے ہو۔ پھر رحیمیت کا اظہار بندے کی طرف



سے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے ہوتا ہے۔ اپنے ماحول کے لئے اس کے دل میں قدر دانی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو بھلائی پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر انسان اس رحیمیت کے دور سے ترقی کرتا ہے تو رحمانیت کی صفت اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا ایک مومن رحمانیت کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے پرانے سب بغیر کسی تفریق کے اُس کے نیک سلوک سے حصہ لے رہے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں وہ نیکیاں پھیلا رہا ہوتا ہے۔ اور یہ چیز اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی کا نقشہ پیش کر رہی ہے، احسان سے بڑھ کر آگے چل رہی ہے۔ پھر جب اس سے ترقی کرتا ہے تو رب العالمین کا مظہر بننے کے لئے سوسائٹی کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جہاں یہ ساری چیزیں پنپ سکیں۔ یہ بیان کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؑ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس ترتیب سے جو بیان ہوئی ہے جو ان صفات کو اختیار کرتا ہے تو یہ سالکوں کے لئے اللہ کی طرف بڑھنے والوں کے لئے ایک رحمت ہوتی ہے۔

عام طور پہ بھی دیکھیں تو انسان کی صفات، اس کی خوبیاں اُس وقت ہی کھل کر سامنے آتی ہیں جب اُس کے پاس کوئی طاقت ہو، اختیار ہو، کوئی ملکیت ہو۔ اعلیٰ اخلاق کا اُسی وقت پتہ چلتا ہے جب طاقت ہو، جب ایک مقام ہو۔ کمزور اور بے بس نے کسی سے رحیمیت کا کیا سلوک کرنا ہے اور کیا رحمانیت کا سلوک کرنا ہے اور پھر اسی طرح کسی سے ربوبیت کا کیا اظہار ہونا ہے۔ اپنے اپنے ماحول میں جو بھی ہے جتنا بھی ملکیت رکھتا ہے اس کو وہاں ان صفات کا اظہار کرنا چاہئے کیونکہ یہ کسی کی ملکیت کا زعم ہی ہے جو انسان کے دل میں تکبر اور نفرت بھی پیدا کرتا ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 27)

پس اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا فضل حاصل کرنے کے لئے ان صفات پر غور کرنا اور اپنے آپ کو ان کے مطابق ڈھالنا انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضلوں سے ہمیشہ حصہ دیتا رہے اور جزا سزا کے دن بھی رحم حاصل کرنے والے ہوں۔

گزشتہ جمعہ میں میں نے جس شہید کا ذکر کیا تھا اُن کا نام بتانا بھول گیا تھا یہ محمد اشرف صاحب ہیں تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤ الدین کے جن کو شہید کیا گیا تھا۔ جو نومبارع تھے۔

دوسرا آج ایک اور افسوسناک خبر بھی ہے کہ ہمارے ایک پرانے خادم سلسلہ، مربی اور استاد جامعہ احمدیہ، چوہدری منیر احمد عارف صاحب گزشتہ دنوں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی عمر 78 سال تھی اور 1946ء میں انہوں نے زندگی وقف کی تھی۔ جامعہ 1956ء میں پاس کیا اور تقریباً 50 سال تک جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ برما میں مبلغ رہے، نائیجیریا میں مبلغ رہے۔ پھر جامعہ میں بطور استاد خدمات انجام دیتے رہے۔

تقریباً 27 سال انہوں نے جامعہ میں پڑھایا۔ ہوسٹل میں لمبا عرصہ سپرنٹنڈنٹ رہے، جو ہوسٹل میں رہنے والے ہیں وہ جانتے ہوں گے۔ بڑی نرم طبیعت کے ہنس مکھ انسان تھے اور 21 سال سے دارالقضاء میں بھی خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ وفات سے ایک دن پہلے بھی ایک کیس کے سلسلہ میں گاڑی منگوا کر آئے۔ ان سے چلا نہیں جا رہا تھا اور دو چھڑیوں کے سہارے چلتے ہوئے دفتر میں آئے۔ دل کی تکلیف بھی تھی اور کمزوری بھی تھی اور اپنا قضاء کا پورا کیس سنا اور اسے نبھایا اور ایک دن بعد کی تاریخ بھی مقرر کی۔ ان کو وہاں کے ناظم قضاء نے کہا کہ اتنی طبیعت خراب ہے تو آنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا دل نہیں مانتا کہ جو جماعت کے کام میرے سپرد ہوئے ہیں ان میں کسی بھی طرح انکار کروں۔ اس لئے میرے سپرد جو کیس ہیں وہ تو میں نبھاؤں گا۔ بہر حال اسی رات یا اگلے دن صبح ان کی وفات ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔ ان کی اہلیہ، بیوہ، رضیہ منیر صاحبہ ان کا نام ہے اور ان کے علاوہ ان کی ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں۔ ابھی نمازوں کے بعد میں ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل لندن مورخہ 30 مارچ تا 6 اپریل 2007ء ص 5 تا 7)